

تو سویرا میرا

ڈاکٹر زوہا آصف

توسویر امیر ازوہا آصف

باب پنجم

نوٹ:

اس ناول کے تمام جملہ حقوق رائٹر زوہا آصف کے نام محفوظ ہیں۔

کسی بھی فرد یا ادارے یا دوسری ویب سائیٹ کو رائٹر کی اجازت کے بغیر اس کی اشاعت کا اختیار نہیں۔

ایسا کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

شکریہ

زوہا آصف

ZOHA ASIF

انتساب

ان تمام لوگوں کے نام جو اپنی اندھیروں بھری زندگیوں میں سویرے کی تلاش میں ہیں، روشنی آپ کی منتظر ہے!

ZOHA ASIF

باب پنجم؛ادراک

"بھائی آپ نے بلایا؟" وہ ابھی ابھی اس کے بلانے پر طلال کے کمرے میں آیا تھا۔

عماد کو وہاں دیکھ کر اس نے جلدی جلدی ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی پہنی تھی، پھر بیڈ پر بیٹھ کر جوتوں کے تسمے بند کرنے لگا۔

"بیٹھو کچھ بات کرنی ہے تم سے" اس کے جلدی جلدی چلتے ہاتھوں سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کہیں جانے کی تیاری میں تھا۔ عماد اس کے کہیں جانے کے خیال سے حیران ہوا، وہ اچھا بچہ تھا رات میں دس بجے کے بعد کہیں نہیں جاتا تھا اور گیارہ کے قریب سونے لیٹ جاتا تھا۔

"آپ کہیں جا رہے ہیں؟" اس کے سوال پر طلال نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اب فارغ ہو کر اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھا تھا جبکہ عماد اس کے سیدھ میں ہی بیڈ کی بائیں جانب رکھی کافی چیئر پر بیٹھا تھا۔

"عماد۔۔ میں تم سے آج آخری بار ایک موضوع پر بات کروں گا، اگر تمہیں سمجھ آ جائے تو بہت بہتر لیکن دوبارہ اٹلیسٹ میں تمہیں نہیں سمجھاؤں گا۔" اس کی تمہید پر عماد نے تھوک نگلا۔

جتنا وہ طلال کو جانتا تھا، اسے معلوم تھا کہ وہ بہت صاف گو اور ٹو دا پوائنٹ انسان تھا۔

جو بات جیسی ہوتی تھی کہہ دیتا تھا، اسے کسی لمبی چوڑی تمہید کی ضرورت نہیں ہوا کرتی تھی، یعنی جو بات وہ اب کرنے جا رہا تھا وہ واقعی سنجیدہ تھا۔

"جی بھائی بولیں؟" اس نے سنجیدگی سے اپنے بڑے بھائی کی جانب دیکھا تھا۔

"ماما صرف میری ماما ہیں یا تمہاری بھی ماما ہیں؟" اس کے سوال پر وہ ساکت ہوا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ بھائی؟ یہ کیسا سوال ہے؟" اس نے بے چینی سے پوچھا تھا

"جو پوچھا ہے اس کا صاف صاف جواب دو، میرے پاس اتنا وقت نہیں۔" وہ اس کے سوال پر مضطرب ہوا اٹھ کر اسی کے پاس بیڈ پر آ بیٹھا تھا۔

"اگر تمہارا جواب "ہاں" ہے تو ذرا اس تصویر میں موجود اپنی ماں کی جانب دیکھو" طلال نے اس کی توجہ سامنے کافی چیئر کے اوپر لٹکی ہوئی ان چاروں کی خوبصورت تصویر کی جانب کروائی۔ عماد کے لب بھینچ گئے۔

"بھائی آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" عماد نے اس کی جانب دیکھا۔ طلال کہنا شروع ہوا۔

"وہ تمہاری اور میری ماں ہیں، ایک ایسی عورت جس نے اپنی پوری زندگی رشتے سنبھالتے اور محبتیں بانٹنے میں وقف کر دیں، ہمیشہ وہ اپنے شوہر کی تابعدار رہیں اور پھر قدرت نے ان کی بہت بڑی آزمائش لی۔ ایک دلخراش حادثے میں ان سے ان کے محبوب شوہر اور زندگی بھر کے ساتھی کو چھین لیا، وہ بھی ان کی نظروں کے سامنے سے۔۔ موت کے وقت وہ ان کے ساتھ موجود تھے، اور جانتے ہو؟ ان کا آخری عمل اور آخری الفاظ کیا تھے؟"

طلال نے سنجیدگی سے اپنے بھائی کو دیکھا جس کی آنکھوں میں اب ہلکی ہلکی نمی جھلکنے لگی تھی۔

"انہوں نے ٹائر بلاسٹ ہوتے ہی ماما کو گلے لگایا تھا، انہیں جھکا کر خود ان کے اوپر جھکے تھے، ان کا بچاؤ کرنے کے لئے، ماما انیس کی تھیں جب ان کی شادی ہوئی، انیس سے لے کر پینتالیس برس کی عمر تک بابا ان کے محافظ رہے تھے، اور اپنی زندگی کے آخر لمحے میں بھی وہ ماما کی حفاظت کر رہے تھے، انہوں نے آخری الفاظ جو اپنے منہ سے نکالے وہ پتہ ہیں کیا تھے؟"

عماد کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔ طلال نے اسے دیکھ کر اپنی آنکھوں کی نمی کو اندر دکھیلا۔

یہ گفتگو کرنا آسان نہیں تھا لیکن آج ضروری تھا۔

"خالدہ میں تم سے اور ہمارے بیٹوں سے بہت محبت کرتا ہوں، آج تک میں تم سب کا سائبان تھا، آگے خدا تم سب کو اپنی امان میں رکھے آمین! یہ کہتے ہی انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔" طلال نے ایک نظر اسے دیکھا جو اس کے سامنے مضبوط بننے کی اداکاری کر رہا تھا مگر وہ کتنا مضبوط تھا یہ طلال سے مخفی نہیں تھا۔

"اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے تمہیں یہ ساری بات کیوں بتائی ہے۔ بابا نہیں رہے، ان کو گئے پانچ برس ہو چکے ہیں۔ بابا کے بعد ہم ماما کے محافظ ہیں۔ انہیں ہر قسم کے ذہنی، جسمانی پریشانی سے محفوظ رکھنا ہماری ذمہ داری ہے عماد، ان کے دونوں بیٹوں کی۔ جو ان کے شوہر اور اپنے باپ کی طرح بہادر ہیں، بزدل نہیں سمجھ رہے ہو؟" اس نے عماد کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دوسری جانب سے ایک ٹیشو اس کے حوالے کیا۔

"شاید تمہیں ابھی تک یہ نہ سمجھ آئی ہو کہ میں یہ سب باتوں تم سے کیوں کر رہا ہوں، میں تم سے سیدھی بات کرتا ہوں۔ ماما کی بیماری میں اب تک جتنی بھی بہتری ہوئی ہے، وہ اللہ کے کرم، ان کی ہمت کے بعد مس نایاب کی محنت کا نتیجہ ہے، اگر وہ دن رات ایک کر کے ان کی ڈائیٹ کا اور ایکٹیویٹی کا خیال نہ رکھتیں تو وہ آج بھی اپنے اسی سٹیج پر ہوتیں یا خدانخواستہ اس سے بدتر۔ کیونکہ اس سے پہلے جتنی کیئر ٹیکر آئی ہیں، تم سب انہیں کسی نہ کسی طرح بھگا دیتے ہو،

شرارت کرنا بری بات نہیں ہے لیکن ایسا کوئی بھی مزاق جس سے دوسرے بندے کو نقصان پہنچے وہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے، اور تمہیں تو خاص طور پر یہ سمجھنا چاہیے کہ نقصان اصل میں انہیں نہیں ہمارا،"

وہ ایک پل کو رکا۔

"میری اور تمہاری ماں کو پہنچ رہا ہے۔ کیا تم بابا کے بعد یہ افورڈ کرتے ہو کہ ماما بھی ہمارے ساتھ نہ رہیں؟"

وہ خاموش ہوا تو کمرے میں عماد کی ہچکیاں سنائیں دیں۔ اس نے لب بھینچ کر اسے گلے سے لگایا تھا۔ چاہے کچھ بھی تھا وہ اس کا چھوٹا بھائی تھا اور اسے دل و جان سے عزیز تھا۔

وہ تھوڑا سنبھلا تو طلال پھر سے گویا ہوا۔

"میرا تمہیں یہ سب بتانے یا سمجھانے کا محض اتنا سا مقصد ہے کہ اگر تم ہبہ کے لئے مشکلات پیدا کرو گے تو وہ دراصل ہماری ماما کی صحت کے راستے کی رکاوٹ ہوں گی اور کچھ بھی نہیں، مس نایاب یا اور کسی ملازم کا کیا ہے؟ وہ یہاں نوکری چھوڑے گا تو کہیں اور کر لے گا؟ لیکن نقصان اس میں ہمارا ہے، ہم ایک مخلص اور محنتی انسان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں؟ آئی ہوپ اب اٹلیسٹ تم سے مجھے کوئی شرارت یا شکایت نہیں ملے گی؟" طلال نے اسے نرمی سے ساری بات سمجھائی تھی اور وہ سمجھ بھی رہا تھا۔

ان کے پرینکس بس ہنسی مزاق تک ہوتے تو ٹھیک تھا لیکن وہ واقعی یہ بات فراموش کر رہا تھا کہ وہ گھر کے ملازم کو پریشان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ماما کی بہتری کے راستے کا اٹکاؤ بن رہے ہیں۔

"بھائی آپ کو آئندہ مجھ سے اس معاملے میں کوئی شکایت نہیں ملے گی۔ مس نایاب کو میری وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہو گی" اس نے متورم آنکھیں اٹھا کر طلال کو دیکھا تھا، رونے کے باعث اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو رہے تھے۔

طلال نے مسکرا کر اسے دوبارہ گلے لگایا تھا۔ لیکن اس سے پہلے عماد شاک سے بے ہوش ہوتا۔ وہ دو سیکنڈ بعد الگ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں ذرا مس نایاب کو ڈراپ کرنے جا رہا ہوں تم ماما پاس ہی رہنا اوکے؟" طلال نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ عماد اب بھی اس کے بیڈ پر ہی بیٹھا تھا۔

"مس نایاب مس بھابھی تو نہیں بننے والیں؟" ٹیشو سے ناک رگڑتے ہوئے وہ آہستگی سے پوچھ رہا تھا، دو سیکنڈ پہلے گلے سے لگا کر اب وہ اس نکمے آدمی کو چماٹ رسید نہیں کر سکتا تھا اس لئے اسے دیکھتے ہوئے کہا "ہو بھی سکتا ہے"۔

عماد کے بے ہوش ہونے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے ہوئے وہ مسکرا کر کہہ وہاں سے فوراً نکلا تھا۔

☆☆☆☆☆

فروری کا وسط چل رہا تھا۔ موسم خوشگوار اور ٹھنڈی ہوا کے مسلسل چلنے کے باعث ماحول میں مزید خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ رفتہ بہ رفتہ آتی بادلوں کے گرجنے کی آوازوں سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ لمحوں میں برسات ہونے والی تھی۔

وہ کٹے ہوئے آلوؤں کو بیسن کے آمیزے میں ڈالتے ہوئے خوشی سے مسکرا رہی تھیں، موسم کی دلکشی کا اثر ان کے موڈ پر بھی ہوا تھا اور وہ اس سے مزید لطف اندوز ہونے کے لئے پکوڑے بنانے کی تیاریوں میں مشغول تھیں۔ ہبہ کے آنے کا وقت بھی بس ہو چلا تھا، اس لئے اس کے آنے سے پہلے چائے پکوڑے تیار کرنے کے لئے وہ پھرتی سے کام میں مگن تھیں۔

اپنے دھیان پکوڑوں کا بیسن تیار کرتے ہوئے انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے ساتھ کوئی اور ذی روح بھی باورچی خانے میں موجود ہو۔۔اس سے پہلے وہ اپنے شک کو پختہ کرتیں، انہیں اپنے دونوں شانوں میں اجنبی سا لمس محسوس ہوا۔

وہ ڈر کر اچھلیں۔۔

مگر وہ گرفت اب پہلے سے زیادہ مضبوط ہو چکی تھی۔

"بڑی دیر بعد ہاتھ آئی ہو" ایک گھٹیا سی مردانہ آواز۔۔ان کے کانوں میں گونجی تھی۔

وہ آواز ان کے اتنے قریب سے آئی تھی کہ ان کے کان کی لو سرخ ہو چکی تھی۔

اس آواز کے ساتھ آئی سگریٹ کی بدبو سے انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ کون تھا۔

"چھوڑو مجھے" وہ غرائیں۔

"کیسے چھوڑ دوں۔۔" پیچھے سے ٹھیک اسی انداز سے آواز آئی تھی۔

فوزیہ کو ڈر لگ رہا تھا، ان کا جسم کانپ بھی رہا تھا۔یہ خوف فطری تھا۔مگر اس لمحے انہیں اپنے ڈر کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا تھا۔انہیں اپنی آبرو بچانی تھی۔۔انہیں اپنی عزت قائم رکھنی تھی۔

انہوں نے پوری قوت لگا کر اپنے پیچھے کھڑے دلاور سیٹھ کو دھکا دیا۔

"بھاگ کر کہاں جائے گی؟خود تو بزدل ہے اور شوہر تیرا معذور۔۔ آخر کو میرے ہی ہاتھ آئے گی" وہ اپنی غلاظت سے بھری نگاہیں ان کے پاک وجود پر گاڑتے ہوئے جس گندے انداز میں کہہ رہا تھا فوزیہ کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ زمین کے اندر دھنستی چلی جا رہی ہوں۔۔

"کیا چاہیے تمہیں؟" فوزیہ اپنے بدن کو دوپٹے اچھے سے ڈھانپتے ہوئے پوچھا۔

ساتھ ساتھ وہ قدم بہ قدم پیچھے ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

خوف سے جسم لرز رہا تھا مگر پھر بھی وہ ہمت پکڑے ہوئے تھیں۔

"تجھے خود بھی معلوم ہے، مجھے کیا چاہیے، یا تو وہ تو خود دے دے، ورنہ تیری وہ نازک کلی ہے نہ، اس سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے۔" وہ کمینگی کی ساری حدیں توڑتے ہوئے بولا۔

اپنے لئے ایسا غلیظ لہجہ اور گھٹیا الفاظ وہ بہت تحمل سے برداشت کر رہی تھیں، مگر جیسے ہی اس نے وہی لہجہ ہبہ کے لئے استعمال کیا، فوزیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرنے کی؟" وہ ایک دم ہتھے سے اکھڑیں۔

وہ دم سادھے انہیں دیکھے گیا، یہ اچانک اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی ان میں۔۔ شاید وہ بھول گیا تھا کہ وہ ایک عورت، ایک بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماں بھی تھیں، وہ ماں جو اپنی کوکھ سے لے کر جوان ہونے تک اپنی اولاد کو سینے میں چھپا کر رکھتی ہے، جو خود چاہے کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو لیکن اپنی اولاد کی حفاظت کی خاطر سخت چٹان کا روپ دھار لیتی ہے، اور جو اس ماں کی ممتا بھرے سمندر سے ٹکراتا ہے وہ پھر منہ کے بل گرتا ہے!

اسی لمحے طاہر وہیل چیئر گھسیٹتے ہوئے باورچی خانے میں آئے۔

طاہر کو دیکھ کر اس کا پارہ مزید آسمان کو چھونے لگا تھا۔

"اور تیری ہمت کیسے ہوئی دلاور سیٹھ کے ساتھ اس طرح بات کرنے کی ہاں؟ سمجھتی کیا ہے تو خود کو؟ ابھی دو سیکنڈ میں تو محلے میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔ اور تیرے یہ نکارہ شوہر بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔"

اس کے الفاظ میں سراسر دھمکی تھی۔ جو وہ دونوں سمجھ چکے تھے۔

طاہر نے بے بسی سے ان دونوں کو ایک نظر دیکھا تھا اور دوسری نگاہ ان کی اپنے ساکت وجود اور اسے سنبھالے اس وہیل چیئر پر پڑی تھی۔ حالات نے انہیں کتنا بے بس کر دیا تھا کہ وہ اپنی عورتوں کی حفاظت تک نہیں کر پا رہے تھے۔

"شرافت سے یہاں سے نکل ورنہ۔۔" فوزیہ نے کمزور سی دھمکی دی، جتنا وہ کر سکتی تھی کیا۔۔ مگر دلاور پر آج شیطان حاوی تھا۔

وہ کمینگی سے ہنستا ہوا ڈری سہمی فوزیہ اور بے بسی سے سارا منظر دیکھتے طاہر کو نظر انداز کیے، اپنے قدم مزید فوزیہ کی طرف بڑھانے لگا۔

چہرے پر اس وقت تمسخر نمایاں تھا۔

اتنی نازک صورتحال میں فوزیہ کو اپنا دماغ سن ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ دلاور سیٹھ بس اب ان سے دو انچ کے فاصلے پر تھا۔ وہ بت بنی، اسے اپنے قریب آتا دیکھ رہی تھیں۔

یک لخت طاہر بے چینی میں پوری قوت لگا کر اپنی وہیل چیئر سے آگے کو اچھلے اور دلاور کو روکنے کی اپنی سی کوشش کی۔

مگر۔۔۔ افسوس!

☆☆☆☆☆

وہ اپنے دھیان پڑھ رہی تھی جب اچانک سے فروہ آکر اس کے گلے لگی تھی۔اس اچانک حرکت پر وہ بوکھلا گئی

"فروہ آپی؟ کیا ہوا ہے آپ کو؟" اس نے اپنی کتابیں سائیڈ پر کیں اور اپنی پوری توجہ فروہ کی جانب کر دی جو بظاہر ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

صفا ان دونوں بہنوں کے مشترکہ کمرے میں ہی موجود بے سدھ پڑی سو رہی تھی۔

"فروہ آپی آپ ٹھیک ہیں؟" مزید کچھ لمحے خاموشی کے گزرے تو اس نے پریشانی سے دوبارہ پوچھا لیکن کمرے کی خاموشی میں گونجنے والی سسکی نے اس کے اوسان خطا کر دیے۔

جتنا وہ فروہ کو جانتی تھی وہ بہت چنچل ہنس مکھ سی اور زندگی سے بھرپور لڑکی تھی، رونا یا کسی بات کا زیادہ ڈپریشن لینا تو اس لڑکی نے سیکھا ہی نہیں تھا پھر اچانک ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ یوں ہچکیوں سے رو رہی تھی؟

وہ حقیقتاً اس کے لئے پریشان ہو گئی تھی۔اس نے فروہ کی حالت دیکھتے ہوئے دوبارہ نہیں پوچھا کہ کیا ہوا؟ کیوں ہوا اور کیسے ہوا۔بس اسے رونے دیا، اس کا دل ہلکا ہونے دیا۔

جب تک اس کی ہچکیوں کی آواز اس کے خاموش کمرے میں گونجتی رہی وہ اس کی کمر سہلاتی رہی۔

ایسا ہی تو کرنا چاہیے، کبھی کبھی انسان کو صرف اس تھپکی کی ہی ضرورت ہوتی ہے، وہ خود بھی جانتا ہوتا ہے کہ اس نے جو کیا وہ غلط کیا یا اس کے ساتھ جو ہوا وہ صحیح نہیں ہوا لیکن، اسی بات کی سرزنش کرنے سے معاملہ حل نہیں ہو جاتا۔

انسان کو انسان ہونے کا مارجن ضرور دینا چاہیے۔

مسلسل رونے کے باعث اس کا جسم اب لرزنے لگا تھا۔ مروہ نے دکھ سے اسے دیکھا تھا جو بھی ہوا تھا بہت برا تھا تبھی وہ فروہ جیسی ہنستی کھیلتی لڑکی کو اتنا رلا گیا تھا۔

اس کی مسلسل سسکیوں سے صفا بھی اٹھی تھی اور مروہ کے چپ رہنے کے اشارے پر بس خاموشی سے ان کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔

فروہ تھوڑا سنبھلی تو صفا نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

"کیا بات ہے فروہ آپی؟" اس کے اتنے پیار سے پوچھنے پر فروہ کو اس پر بے انتہا پیار آیا۔

"بتائیں نہ فروہ آپی سب ٹھیک ہے؟" مروہ کے یوں استفسار کرنے پر فروہ نے طویل سانس ہوا میں تحلیل کیا۔

"کچھ باتیں بتائیں نہیں جا سکتیں، وہ بس خاموش آزمائش ہوتی ہیں، ہم کسی سے کہہ نہیں سکتے، کسی اپنے سے شئیر نہیں کر سکتے بس سہتے رہنا ہی وہ واحد حل ہوتا ہے جو ہمارے بس میں ہوتا ہے" اس کی اتنی گہری بات پر وہ دونوں چھوٹی سی لڑکیاں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ کیوں ایسی باتیں کر رہی ہیں؟" مروہ کے لہجے میں فکر تھی۔

فروہ مسکرا دی۔

"بس دعا کرو جس امتحان میں مجھے اللہ نے ڈالا ہے اس میں میرے لئے آسانی کر دیں اور مجھے اس سے جلد رہا کر دیں" اس نے نم آنکھوں سے کہا تھا۔

مروہ اور صفا اس کی باتیں سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"چلو تم دونوں سو جاؤ، خوامخواہ میں تم دونوں کو بھی تنگ کیا میں نے" فروہ نے ان دونوں کو محبت سے گلے لگایا اور پھر مروہ کے بیڈ سے اٹھی جبکہ وہ دونوں ابھی تک اسے دیکھتے ہوئے مذبذب تھیں۔

"گڈ نائیٹ۔ چلتی ہوں میں" انہیں پیار سے شب بخیر کہہ کر وہ وہاں سے نکل آئی تھی۔ جبکہ وہ دونوں اس کے لئے واقعی فکر مند ہو گئی تھیں۔ کوئی تو بڑی بات تھی جو فروہ انہیں نہیں بتا رہی تھی یا شاید بتا نہیں سکتی تھی۔۔

جو بھی تھا وہ دونوں اس کے لئے بہتری کی دعا گار تھیں۔

☆☆☆☆☆

وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے، اور وہیں چند قدم آگے زمین بوس ہو گئے،

بے بسی اور تکلیف کی شدت سے ان کی دلخراش چیخ نکلی۔

یہ منظر دیکھ کر فوزیہ کو ہوش آیا، انہوں نے طاہر کو سہارا دینا چاہا مگر دلاور ہنستے ہوئے ان کے سامنے آ گیا۔

فوزیہ نے ڈر کر ایک قدم پیچھے رکھا۔

ان کی پشت کیچن کی شیلف سے ٹکرا گئی تھی۔ وہ اب مارے خوف کے کپکپا رہی تھیں۔ انہوں نے دماغ کا بھرپور استعمال کرنا چاہا۔ ان کے ذہن میں سیکنڈز میں ایک تدبیر آئی۔

اسے عمل میں لانے کا وقت نہیں تھا انہیں پہلے کسی بھی طرح دلاور کا دھیان بھٹکانا تھا۔

انہوں نے متلاشی نظریں آس پاس دہرائیں۔

اپنے پیچھے دائیں جانب انہیں سنک کے قریب پکوڑوں کے لئے تیار کردہ بیسن کا آمیزہ دکھائی دیا اور بائیں جانب باورچی خانے میں استعمال ہونے والے کچھ روزمرہ کے اوزار۔

انہیں سارا پلان سمجھ میں آ گیا تھا۔ اب بس انہیں اس پر عمل کرنا تھا۔

دلاور ان کے بلکل نزدیک کھڑا تھا۔ وہ جتنا بھی ہوشیار ہو، ان کی متلاشی نگاہیں اور ان میں چھپی تدبیر نہیں سمجھ پایا تھا۔

اس سے پہلے وہ قدم مزید بڑھاتا،

فوزیہ نے وہ بیسن کا آمیزہ اٹھا کر اس کے چہرے پر الٹا دیا تھا۔

وہ غصے سے اپنا منہ ہاتھوں سے صاف کرنے لگا، جیسے ہی اس کا دھیان اس میں لگا فوزیہ نے پاس پڑے رومال اٹھا کر گرما گرم تیل سے بھری کڑاہی اٹھائی اور جیسے ہی دلاور آنکھوں میں سے بیسن صاف کرنے میں تھوڑا کامیاب ہوا انہوں نے پھرتی سے کڑاہی اس پر الٹ دی تھی۔

وہ درد سے بلبلا اٹھا اس کی چیخیں ان کے گھر میں گونجنے لگیں، فوزیہ نے برق رفتاری سے طاہر کو سنبھالا انہیں بڑی ہمت کر کے واپس وہیل چیئر پر ڈالا اور بھاگتے ہوئے گھر سے باہر نکلیں۔ گلی کے دو تین مرد اور عورتیں چیخوں کی آوازوں پر ان کے گھر آ گئے تھے انہوں نے جیسے ہی دلاور سیٹھ کو اس حالت میں تڑپتے دیکھا، وہ دنگ رہ گئے، دلاور جانا مانا محلے کا بدمعاش تھا اور اسے سبق محلے کی کمزور سی عورت نے سکھایا تھا جس کے پاک دامن ہونے کے تمام محلہ دار گواہ تھے۔

وہ تڑپتا بلبلاتا ہوا وہاں سے جا رہا تھا بلکہ اسے وہاں سے لے جایا جا رہا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے ہاتھوں سے فوزیہ کے پاس سے گزرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا، وہ شاید کوئی اشارہ تھا جیسے کہنا چاہتا ہو تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔ فوزیہ نے اسے نظر انداز کیا اور پھر محلے کے مرد دلاور کو گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے تھے۔ فوزیہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ جب سے بخاری ولا سے نکلے تھے گاڑی میں ہنوز خاموشی قائم تھی۔ طلال سے مزید برداشت نہ ہو سکا تو اس نے گلہ کھنکار کر ہبہ کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ اس نے معصومیت سے طلال کی جانب دیکھا تھا۔

رات ہونے کے باعث وہ طلال کے چہرے کے تاثرات صحیح سے نہیں دیکھ پائی تھی۔

"مس نایاب"۔۔ اس نے تمہید باندھنی شروع کی۔

ہبہ نے اپنا پورا دھیان اس پر لگایا

"جی؟"

"مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" طلال کی بات پر ہبہ کا سانس اٹکا تھا۔

"جی کہیں؟" اس نے گھبراتے ہوئے کہا تھا۔

"دراصل میں چاہتا ہوں کہ جو بات میں آپ سے کرنا چاہ رہا ہوں وہ آپ کسی قسم کا بیہودہ مزاق نہ سمجھیں بلکہ سنجیدگی سے اس پر غور کریں؟" ملٹی ملین ڈالر کمپنی کا سی ای او جو اپنے ایک جملے سے بڑی بڑی ڈیلز کر لیا کرتا تھا آج وہی انسان اپنی من پسند عورت کے سامنے دل کی بات کرنے پر اتمہید پر تمہید باندھ رہا تھا۔

"جی میں سن رہی ہوں؟" ہبہ کی برداشت اب ختم ہونے کو تھی، تجسس کہاں برداشت ہوتا تھا اس لڑکی سے؟

اور وہ تھا کہ بتائے نہیں دے رہا تھا۔

"میں آپ سے کہنا چاہ رہا تھا کہ۔۔" اس نے ایک بار پھر لمبا سانس اپنے نتھنوں سے باہر نکالا۔

ہبہ کا اضطراب مزید بڑھا۔ جانے ایسی کیا بات تھی جو اس سے کرنے کے لئے وہ ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ اب ہبہ کے محلے کے قریب ہی تھے۔۔

"وہ دراصل۔۔وہ۔۔میں۔۔"اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کر پاتا ہبہ کی نظر سامنے گلی سے آنے والے رش پر پڑی۔۔بہت سارے لوگ ان کی گلی کے آس پاس جمع تھے،باہر کا شور گاڑی کا شیشہ بند ہونے کے باوجود اندر تک آنے لگا تھا۔

ہبہ کو پریشانی نے آگھیرا،اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات اور سامنے کا منظر دیکھ وہ اس کے ماتھے پر بھی شکنیں نمودار ہوئی تھیں۔جو سب بھی سامنے تھا وہ غیر معمولی تھا۔

طلال نے جلدی سے گاڑی سائیڈ پر لگائی تھی۔

"مس نایاب"وہ اسے روکنے والا تھا کہ اس نے ہر بڑاہٹ میں گاڑی کا لاک کھولا۔۔وہ گاڑی سے باہر نکلنے ہی والی تھی کہ اس کی چال دیکھ کر طلال نے روکا۔

"رکیں میں بھی آپ کے ساتھ آتا ہوں۔اکیلی مت جائیں"طلال کی بات آدھی سنتی آدھی نظر انداز کرتی وہ جلدی سے اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکلی تھی۔طلال بھی اس کے پیچھے آیا تھا۔

کئی جانے اور کئی انجانے چہرے اس کی نظروں کے سامنے تھے۔گلی کے اندر داخل ہوتے ہی اس کی رفتار سست ہو گئی تھی۔طلال اس کے ہمراہ ہی تھا۔ہبہ کے ساتھ انجان مرد کو دیکھ کر محلے والوں نے چہ مگوئیاں شروع کر دی تھیں۔۔

لیکن اس کا دھیان اس سب کی جانب نہیں تھا

اس کی تمام توجہ اپنے گھر کے کھلے دروازے پر تھی جہاں سے کئی سارے مرد باہر نکلے تھے۔

ان مردوں کے درمیان ایک آدمی کو لے جایا جارہا تھا کس کا چہرہ کسی سیاہ کھیس سے ڈھکا ہوا تھا۔اس کے بعد اس دروازے سے کچھ عورتیں نکلی تھیں اور وہ دروازہ بند ہو گیا تھا۔

اور ساتھ ہی اس کا دل بھی بند ہونے کو تھا۔

ضرور کوئی گڑبڑ تھی۔کوئی بہت بڑی گڑبڑ۔۔

اس سے مزید آگے نہ بڑھا گیا۔وہ گلی کے عین وسط میں کھڑی تھی۔چہرے پر ہوائیاں اڑی تھیں جس کے باعث وہ وہاں موجود مجمع کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

طلال نے رک کر اسے دیکھا،وہ اس سے چند قدم پیچھے ہی کھڑی تھی۔۔

خوف سے سفید چہرہ،لرزتے ہوئے ہونٹ اور کانپتا ہوا جسم۔

طلال نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔پھر دو قدم پیچھے آیا۔۔

اسے بلایا مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

جسم میں جان ہی کہاں رہی تھی آگے بڑھ پانے کی۔

بس ذہن میں بوڑھے ماں باپ کا عکس آرہا تھا

اور انہیں کچھ ہو جانے کا سوچ کر اس کی ساری ہمت ختم ہو چکی تھی۔

بے بسی اور لاچارگی سے اس نے ہبہ کا ہاتھ آہستگی سے تھاما تھا۔

ZOHA ASIF

گرم لمس محسوس ہوتے ہی وہ کرنٹ کھا کر ہوش میں آئی تھی

اس نے آنکھوں میں آنسو لیے طلال کی جانب دیکھا تھا۔

"طلال۔۔وہ۔۔میرا گھر۔۔اماں ابا۔۔"ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس نے اپنا جملہ مکمل کیا مگر اس ادھورے جملے کا پورا مفہوم وہ جانتا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا۔

اس نے آہستگی سے ہبہ کو اپنے ساتھ چلانا شروع کیا۔

محلے والوں کی چھی چھی، بہتان اور سرگوشیاں وہ دونوں نہیں سن رہے تھے، سنتے بھی تو کیسے ؟

ان سب باتوں سے بہت بڑی بات تھی جو انہیں پریشان کیے ہوئی تھی۔

وہ اب اس دروازے کے سامنے تھے جو کچھ دیر پہلے بند کیا گیا تھا۔

طلال نے مسلسل اسے سہارا دیا ہوا تھا ورنہ اس میں تو کھڑے رہنے کی بھی سکت موجود نہیں تھی۔

اس کے دروازہ بجانے کے چند ثانیے بعد دروازہ کھلا تھا۔

نظروں کے عین سامنے فوزیہ تھیں۔

آنکھیں ویران اور پھیکا چہرہ لیے ان کے سامنے کھڑی تھیں۔

ہبہ کو سامنے دیکھ کر انہوں نے خاموشی سے گلے لگا لیا تھا۔

طلال کو اندر آنے کا اشارہ کر کے وہ یونہی ہبہ کو اپنے ساتھ لگائے اندر لے کر جا رہی تھیں۔

ZOHA ASIF

☆☆☆☆☆

جیسے ہی فوزیہ ہبہ کو لیے اندر کمرے میں آئیں اس کی نظر طاہر پر پڑی جو اس وقت بے بسی اور لاچاری کی مورت بنے اس کے سامنے بیڈ پر پڑے تھے۔ ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ وہ تکلیف جسمانی تھی یا ذہنی یہ بتانا مشکل تھا۔

سامنے بیڈ پر ہی فرسٹ ایڈ باکس رکھا ہوا تھا۔ ہبہ نے بے بسی سے انہیں دیکھا اور پھر فوزیہ کے بازو چھوڑ کر طاہر کے سامنے آ بیٹھی۔۔ اپنے آنسو ضبط کرتی وہ اب اپنے باپ کے ماتھے کی پٹی کرنے میں مصروف تھی جہاں گرنے کی وجہ سے چوٹ لگنے کی نشانات اور نیل پڑے ہوئے تھے۔

"اب ہم یہاں نہیں رہیں گے ابا۔" کافی طویل خاموشی کے بعد ہبہ کی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

اس کی بات سن کر طاہر اور فوزیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"بیٹے ذرا سی مشکل پر یوں ہمت نہیں ہار جایا کرتے" طاہر کی بات پر ہبہ کو دھچکا لگا۔ وہ اتنے بڑے حادثے کو ذرا سی مشکل کہہ رہے تھے؟

"ابا؟ آپ ہوش میں تو ہیں؟ ذرا سی مشکل؟ ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو جانے کیا ہوتا؟ اماں بروقت یہ حکمتِ عملی نہ دکھاتیں تو۔۔ میں آگے سوچ بھی نہیں سکتیں۔۔ اور سلام ہے آپ کے حوصلے کو آپ اتنے بڑے سانحے کو ذرا سی مشکل کہہ رہے ہیں؟" ہبہ ان کے سامنے پھٹ ہی تو پڑی تھی۔

"بیٹے ہم جو یہاں آج بال سفید کر کے تمہارے سامنے بیٹھے ہیں نا۔۔ یہ بال ہم نے دھوپ میں سفید نہیں کیے۔ بہت سے تلخ تجربات اور حقائق دیکھ کر، سہہ کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی بات تم سے کہی جا رہی ہے اسے ویسے ہی تسلیم کرو" طاہر کے جواب پر اس نے لب بھینچ لیے۔

"جو بھی ہوا ابا۔۔ ہم یہاں مزید نہیں رہیں گے۔۔ سمجھنے کی کوشش کریں۔۔ یہ گھر۔۔ یہ جگہ۔۔ محلہ ہمارے لئے اب سیف نہیں ہے۔۔ اور آپ کو کیا لگتا ہے دلاور چھوڑ دے گا ہمیں؟ وہ آج یا کل اپنا بدلہ لینے پہنچتا ہی ہو گا۔۔ اس کے ساتھ کرائے کی دیری یا زبانی کلامی بد تمیزی نہیں کی ہم نے۔۔ جو اس کے ساتھ ہوا ہے۔۔ اس کی شکل بگڑ چکی ہو گی۔۔ فزیکل نقصان سے زیادہ آپ نے اس کے بیمار ذہن کو اور بھڑکایا ہے۔۔ وہ کسی نہ کسی وقت اپنا بدلہ لازمی لے گا" ہبہ کی بات میں دم تو تھا مگر وہ مجبور تھے۔ اور وہ مجبوری ہبہ کو معلوم نہیں تھی۔

"بیٹے۔۔ جو بھی ہوا اللہ نے ہمیں بچا لیا اور آگے بھی اللہ پاک کی ذات ہماری حفاظت کرے گی۔۔ تم فکر مت کرو۔" فوزیہ نے آگے بڑھ کر اسے تھاما تھا۔

"نہیں اللہ پر بھروسہ رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنی کوئی تدبیر بھی نہ کریں اور خود کو ان غنڈوں کو حوالے کر دیں۔۔ اللہ خود کہتا ہے انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا۔۔ ہمیں کوشش کرنی ہے اماں۔۔ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش۔ میں نہیں جانتی کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ میری بات نہیں مان رہے۔۔ لیکن اللہ کے کرم سے میں اتنا کمانے کے قابل ہوں کہ ہم یہاں سے کہیں دور مکان کرایے پر لے لیں۔۔ ایڈوانس کی رقم کی اگر فکر ہے تو میں لون لے لوں گی۔۔ ڈبل جابز کر لوں گی۔۔ لیکن ہم سیف تو ہوں گے اماں۔ تحفظ انسان کی بیسک نیڈ ہے وائے ڈونٹ یو گائیز انڈر سٹینڈ؟"

اس نے بے بسی سے ان کو دیکھا، کب سے روکے ہوئے آنسو اچانک بہنے لگے۔

فوزیہ نے بے بسی سے اپنی معصوم اولاد کو دیکھا جو اپنی تمام تر معصومیت سے مسئلے کا حل بتا رہی تھی۔۔

"بیٹے ہمیں یہاں سے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ یہاں کے محلے دار اچھے ہیں۔۔ وقت وقت پر کام آتے ہیں۔۔ اور پھر یہاں ہم اتنے سالوں سے رہ رہے ہیں۔ ہمیں کسی قسم کا کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا" فوزیہ نے اسے دلاسہ دینے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئیں۔

"اماں ہم محلے والوں پر بھروسہ کر کے خود کو اتنے بڑے رسک میں رکھیں؟"

اس کے سوال پر فوزیہ نے بے بسی سے طاہر کو دیکھا جنہوں نے فوراً نگاہیں پھیر لی تھیں۔

"اور محلے والوں کو آپ اچھا کہہ کیسے رہی ہیں؟" اتنے سالوں ہم نے بے کسی کی زندگی گزاری کبھی کوئی پوچھنے نہیں آیا۔۔ دین نے ہمیں سکھایا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کا خاص خیال رکھو۔۔ یہ نہ ہو کہ تم پیٹ بھر کر روٹی کھاؤ اور تمہارا ہمسایہ بھوکا سوئے۔۔ اور ہمارے پڑوسی؟ انہوں نے تو کبھی جھوٹے منہ آ کر بھی ہمارا حال احوال دریافت نہیں کیا۔۔ "

اس نے اپنے گال رگڑے۔

"آپ مجھے بتائیں۔۔ جب آپ مجھ سے جھوٹ کہہ کر مجھے روٹی کھلا کر بھوکی سوتی تھیں، کون آتا تھا ہمیں راشن دینے؟ جب آپ اتنی مشکل سے لوگوں کے کپڑے سی سی کر روٹی سبزی لاتی تھیں تب کون احساس کرنے والا تھا؟ بتائیں اماں؟ آج ان محلے والوں کے اچھے ہونے کا کہہ رہی ہیں آپ؟ اور یاد رکھیں یہ لوگ صرف تماشہ دیکھنے آئے تھے صرف تماشہ دیکھنے۔ جب وہ غلیظ انسان گھر کے اندر یوں چپکے سے چوروں کی طرح داخل ہوا تب تو کوئی نہیں آیا دیکھنے کے سب ٹھیک ہو۔۔ پھر آپ کیسے ان کے بھروسے ہم تینوں کی زندگیاں کر سکتی ہیں؟" ہبہ کا دل پھٹنے کے قریب تھا۔۔ وہ خود سارا دن گھر نہیں ہوتی تھی۔۔ کم از کم اتنا چاہتی تھی کہ اس کے والدین کسی محفوظ جگہ پر ہوں جہاں اسے ان کی ٹینشن نہ ہو۔۔ لیکن وہ تھے کہ سننے کو تیار نہ تھے۔

"بیٹے بحث نہیں کرو۔۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو تمہیں معلوم نہیں ہیں" فوزیہ نے اس کو سختی سے کہا۔ وہ خود تکلیف کی انتہا پر تھیں لیکن ان دونوں بزرگوں کی بے بسی تھی جو آج ان تینوں کی زندگیاں خطرناک موڑ پر تھیں۔

"ابا۔۔ آپ تو میرے ابا ہیں نا۔۔ مجھے سب سے زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔۔ اٹلیسٹ آپ سمجھیں ہم یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے انتظار نہیں کر سکتے کہ وہ دلاور آئے اور مزید نقصان کرے۔۔ جانی، مالی یا عصمت کا!" اس سے زیادہ کھلم کھلا وہ نہیں بیان کر سکتی تھی۔ طاہر نے درد سے آنکھیں میچ کر کھولی تھیں اور ایک محبت اور تکلیف سے بھرپور نگاہ ہبہ پر ڈالی تھی۔

اب وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔

"ہبہ میرے بچے میری جان۔۔ بہت سے ایسے باب ہیں جو تجھے نہیں معلوم۔۔ تجھے نہیں علم ہم جو کہہ رہے ہیں، وہ کیوں کہہ رہے ہیں، اس لیے اپنے ماں باپ پر بھروسہ کر اور آئندہ یہ موضوع زیرِ بحث نہ لائیں" طاہر نے تحمل سے اسے سمجھایا۔

"مگر ابا۔۔ آپ لوگ میری بات مان لیں۔۔ ہمیں اب مزید یہاں نہیں رہنا چاہیے۔۔ یہ ہم تینوں کے لئے سیف نہیں ہے" ہبہ نے ایک بار پھر اپنی سی کوشش کی تھی لیکن طاہر تھے کے اپنی ضد سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

انہوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے۔

"ہبہ بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے انکل۔۔" یک دم طلال کی آواز پر وہ تینوں مڑے تھے۔

جب باہر کھڑے ان کی تلخ گفتگو سنتے سنتے اس کی بس ہو گئی اسے اندر آکر بولنا ہی پڑا۔۔

وہ سمجھے تھے طلال ہبہ کو چھوڑ کر دروازے سے چلا گیا تھا لیکن در حقیقت وہ ان تینوں کے لیے کھانا لینے گیا تھا جس کا اندازہ اس کے ہاتھ میں پکڑے لفافوں سے ہو رہا تھا۔

"بیٹے اس کی کیا ضرورت تھی؟" فوزیہ اس کی بات سرے سے نظر انداز کرتے بولی تھیں۔

"اماں فلحال اس سے زیادہ اہم مسئلہ ہے جسے فوری ڈیل کرنا نہایت ضروری ہے" ہبہ نے ایک نظر طلال کو دیکھا اور پھر سے ان دونوں کو منانے کی ادنیٰ سی کوشش کی۔

"انکل آپ کہیں تو میں ارینج کرتا ہوں سیف گھر۔۔ایون کے بخاری رینٹل اپارٹمنٹ میں سے کوئی ایک اپارٹمنٹ آپ کے لئے کل ہی ارینج کرواتا ہوں۔" طلال نے فوراً مسئلہ حل کر دیا تھا جس پر ہبہ نے سکون کا سانس لیا تھا جبکہ طاہر اور فوزیہ نے اس کی پیشکش پر دوبارہ چور نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"بیٹے آپ کے اس تعاون کا بے حد شکریہ لیکن ہمیں گھر نہیں چاہیے۔ہم جہاں رہتے ہیں وہاں بے حد خوش اور مطمعین ہیں" طاہر نے مدلل انداز میں جواب دیا۔

ہبہ نے پر شکوہ نگاہیں اپنے باپ پر ڈالیں جنہوں نے اسے دیکھتے ہی نظریں چڑا لیں۔

"مگر انکل۔۔" طلال نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی انہوں نے اسے ٹوک دیا

"مزید یہ کہ یہ ہمارا نجی معاملہ ہے۔ہمارے گھر کا مسئلہ ہے۔۔میں چاہتا ہوں کہ آپ اس میں دخل اندازی نہ کریں۔ ہبہ کو صحیح سلامت یہاں لانے کے لئے بے حد شکریہ۔اور کھانے کے لئے بھی ہم آپ کے بے حد ممنون ہیں اگرچہ اس کی ضرورت نہیں تھی" طاہر کی بات پر طلال کے چہرے کا رنگ اہانت سے سرخ ہوا مگر وہ برداشت کر گیا کیونکہ وہ ان کے رویے اور کڑوی باتوں کی وجہ سے لاعلم نہیں تھا۔

ZOHA ASIF

"جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" اس نے طاہر سے کہا اور پھر خدا حافظ کہتا لفافے وہاں رکھے میز پر چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

"ابا آپ کو ان سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔۔وہ صرف ہماری مدد کر رہے تھے" ہبہ کی بات پر طاہر نے بے بسی سے اپنی بیٹی کو دیکھا جسے اتنی سی عمر میں بہت کچھ دیکھنا پڑ رہا تھا۔

"بیٹے لاعلمی میں بہت سکون ہے" انہوں نے کہتے ہوئے آنکھیں موند کر بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگالی۔

"مجھے تو آپ کی فلاسفیکل باتیں نہیں سمجھ آتیں۔۔ خیر میں کھانا لگاتی ہوں" وہ وہاں سے اٹھی اور پھر کھانا اٹھا کر باورچی خانے کی جانب چل دی۔

☆☆☆☆☆

وہ باورچی خانے میں آئی تو وہاں کی حالت دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوئے۔

ہر چیز تہس نہس تھی۔ نیچے جگہ جگہ بیسن کے نشانات تھے جو اب تک جم چکے تھے۔ پھر فرش پر ایک جانب خون کے قطرے بھی تھے۔۔ جو غالباً طاہر کے تھے جب وہ گرِے تھے۔

اس نے بے ساختہ نیچے بیٹھ کر اس جگہ کو چھوا۔

اسے نہیں سمجھ آیا تھا کہ طاہر اس قسم کی ضد کا مظاہرہ کیوں کر رہے تھے۔

آج تک طاہر نے اس پر یا گھر کے کسی بھی معاملے میں اتنی سختی، روک ٹوک یا بلاوجہ کی ضد نہیں دکھائی تھی۔

پھر گھر کا معاملہ ایسا بھی کیا بڑا تھا کہ وہ اپنی بات سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹ رہے تھے۔

سوچتے سوچتے وہ کھانا پلیٹوں میں نکال چکی تھی۔

ZOHA ASIF

یک دم اسے طلال کا خیال آیا۔۔

جیسے طاہر نے اس سے بات کی تھی اسے اتنا برا لگا تھا تو جانے طلال کو کیسے لگا ہو گا

اس کے دل میں اس سے معذرت کرنے کی تمنا جاگی۔۔

اس نے باہر آنگن میں پڑے اپنے بیگ سے فون نکالا۔۔ اففو۔۔ بیٹری ختم تھی۔ فون کو چارجنگ پر لگا کر وہ کھانا لیے طاہر اور فوزیہ کے کمرے میں آگئی۔۔ اس کا ارادہ فارغ ہو کر طلال سے بات کرنے کا تھا۔

ایک اور بھی معاملہ تھا جس پر اس نے طلال سے بات کرنی تھی کیوں پیچھے تو وہ بھی ہٹنے نہیں والی تھی!

☆☆☆☆☆

"آپ نے اس بچے کے ساتھ اچھا نہیں کیا، آرام سے کہہ دیتے۔ یوں ڈانٹنے کی کیا ضرورت تھی؟" ہبہ جب کھانے کے برتن لے جا چکی تو وہ طاہر سے گویا ہوئیں۔

"ضرورت تھی بیگم" انہوں نے مختصر جواب دیا۔

"بڑوں کی غلطیوں اور ظلم کی سزا آپ کو بچوں کو نہیں دینی چاہیے۔" فوزیہ نے سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا طاہر چونک اٹھے۔۔

"آپ۔۔" وہ کچھ کہہ نہ سکے۔

"میں جانتی ہوں وہ کون ہے اور آپ کا کیا لگتا ہے۔ جبھی کہہ رہی ہوں آپ کو اس سے ایسے لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔" ان کے لہجے میں نرمی تھی۔۔

"مگر کیسے؟" وہ از حد حیران تھے۔

"زندگی کے پچیس سال آپ کے ساتھ گزارے ہیں طاہر صاحب۔۔ آپ کی رگ رگ سے واقف ہوں میں" فوزیہ نے بیڈ شیٹ پر انگلی ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا جبکہ طاہر ہنوز انہیں کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ تو واقعی ہی مجھے بہت جانتی ہیں بیگم" ان کے لہجے میں شوخی آئی تو وہ خفگی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

ZOHA ASIF

"مزاق کی بات نہیں ہے یہ اور نہ ہی معاملات کی سنگینی کو آپ غیر سنجیدگی سے لیں۔۔ ہم آج جیسے بچے ہیں وہ اللہ کا احسان ہے۔۔ ہبہ بلکل ٹھیک کہتی ہے آپ کو اس کی بات مان لینی چاہیے۔۔ طلال ہماری مدد کر سکتا ہے آپ کو اس سے بات کرنی چاہیے۔۔ طاہر میں یہ سب برداشت کرتی رہی ہوں اور اللہ کا احسان ہے کہ آج تک ہم محفوظ رہے ہیں لیکن آپ سمجھنے کی کوشش کریں اب معاملے کی نوعیت کچھ اور ہے۔۔ ہم اپنی حفاظت اس طرح سے نہیں کر سکتے۔۔" فوزیہ نے نیچے دیکھتے ہوئے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"یعنی آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ میں۔۔" انہوں نے اپنے سینے پر شہادت کی انگلی رکھی۔

"میں اب آپ دونوں کی حفاظت نہیں کر سکتا؟" طاہر نے تکلیف سے فوزیہ کو دیکھا۔۔ فوزیہ نے ایک نظر انہیں دیکھ کر نگاہیں چڑا لیں۔

"میرا وہ مطلب۔۔" فوزیہ کی بات طاہر نے درمیان میں کاٹی۔

"میں جانتا ہوں۔۔ لیکن میں طلال یا اس کے خاندان سے مزید کوئی احسان نہیں لینا چاہتا۔۔ یہ نوکری بھی میں نے آپ کے زور دینے اور حالات کے باعث کرنے دی۔ لیکن میں اپنی بیوی اور بیٹی کی حفاظت خود کر لوں گا۔۔ جتنی مجھ سے ہو گی۔۔ جتنی میں کر سکوں گا۔۔ اور اب اس موضوع پر میں دوبارہ نہ آپ سے نہ ہی اپنے بچے سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"مگر طاہر صاحب۔۔" فوزیہ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ انہیں چپ کروا گئے۔

"جی بیگم۔۔" وہ نگاہوں میں شوخی لیے انہیں دیکھنے لگے تو وہ خفا ہوئیں۔

"سن بھی لیا کریں اپنی بیگم کی کوئی بات" وہ خفا خفا بولیں۔

"بیگم۔۔ آخری بار کہہ رہا ہوں۔ وہ موضوع اب زیرِ گفتگو نہیں ہے اور نہ ہو گا۔۔ ہم گھر نہیں بدل سکتے کیوں کہ ایڈوانس کی رقم اچھی خاصی ہوتی ہے اور ہمارے سر پر اچھا خاصہ قرضہ چڑھا ہوا ہے ہم مزید کسی سے ادھار نہیں لے سکتے" انہوں نے پیار سے اپنی بات سمجھائی۔

"مگر طلال۔۔" ان کی بات دوبارہ درمیان میں کاٹی گئی۔

"اس سے میں مر کر بھی لون لینا پسند نہیں کروں گا اور نہ ہی کوئی اور احسان۔"

انہوں نے ناراضی کے طور پر طاہر کو کوئی جواب نہیں دیا۔۔ اور پاس رکھے دھلے ہوئے کپڑے سمیٹنے لگیں۔۔ ان کے چہرے پر خفگی کے تاثرات دیکھ کر طاہر بولے۔

"ویسے بیگم ایک بات بتاؤں؟" طاہر کے رازدارانہ انداز پر وہ متجسس ہوئیں۔

"کیا؟" ان کے کپڑے تہہ کرتے ہاتھ تھمے۔

"طاہر صاحب کی بیگم مست تیل میں فرائی کر دیتی ہیں دشمنوں کو" ان کے شرارتی انداز پر وہ جھینپ گئیں۔ اور وہی کپڑا ان پر پھینک کر باہر بھاگ گئیں۔۔ پیچھے سے ان کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجا تھا۔

☆☆☆☆☆

اس نے جب سے ہبہ کی تنگدستی کی باتیں سنی تھیں وہ سو نہیں پا رہا تھا۔

اس نے کتنی تلخ اور مجبوریوں بھری زندگی گزاری تھی؟ حسرتوں اور لاحاصل تمناؤں سے بھرپور۔

وہ جتنا اس کے بارے میں سوچتا اتنا ہی اس کا درد بھرتا جاتا

مگر ایک منٹ؟ ہبہ کی تکلیف پر اس کا دل کیوں پھٹ رہا تھا؟

پریشانی اس نے کاٹی تھی تو ہلکان وہ کیوں ہوئے جا رہا تھا؟

مجبور وہ تھی مگر دل اس کا کٹتا جا رہا تھا۔

لیکن کیوں؟

ایسا کیا رشتہ تھا اس کا ہبہ کے ساتھ جو اس کی تکلیف اسے اپنی تکلیف لگ رہی تھی؟

اس کے باپ سے جو رشتہ تھا وہ تو تھا مگر اس کی بیٹی کی تکلیف اتنی اپنی کیوں لگ رہی تھی؟

اس کی پریشانی پر وہ خود حل سوچے جا رہا تھا؟

یک دم ہی وہ بستر سے اٹھ بیٹھا۔۔اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

بے چینی حد سے سوا ہو گئی تو اس نے پاس سائیڈ لیمپ آن کر لیا۔کمرے میں نارنجی رنگ کی روشنی پھیل گئی۔

گھبراہٹ کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔اسے نہیں معلوم تھا وہ کیوں، کب کیسے اس کے لئے اتنی قیمتی ہو گئی تھی۔

کہیں اسے ہبہ سے۔۔ہاں۔۔وہی۔۔

جس کے ہو جانے سے انسان دنیا مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

جس کے ہو جانے سے وہ خود بخود جھومنے گانے لگتا ہے۔

جس کے ہو جانے سے اسے زندگی حسین لگنے لگتی ہے۔

جس کے ہو جانے سے اس کی زیست میں ہزاروں رنگ بکھر جاتے ہیں۔

جس کے ہو جانے سے اسے کوئی دنیا کا کوئی دوسرا غم نہیں ستاتا

جس کے ہو جانے سے "وہ" وہ نہیں رہتا بلکہ وہی انسان بن جاتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے!

یعنی **محبت!**

ہاں محبت ہی تو تھی جو اسے اس نازک لڑکی سے ہو گئی تھی۔

ایک نشہ تھا جس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس میں محو ہوتا گیا اور اسے خبر تک نہ ہوئی۔

اس نشے کا ادراک ہوتے ہی اس کا دل رکنے لگا۔ تو یہ تھی وہ وجہ وہ احساس کہ وہ ناچاہتے ہوئے انجانے میں اس لڑکی کو خاص سمجھنے لگا تھا۔۔ وہ محبت کی وجہ سے اس کے لئے خاص بن گئی تھی؟

کمرے میں آب و ہوا نارمل تھی پھر بھی اس کا دم گھٹنے لگا۔۔

ٹک کی آواز پر اس کا دھیان اپنے کمرے میں بنی وسیع کھڑکی کی جانب ہوا۔۔ شاید باہر برسات ہو رہی تھی۔۔

اسی آن وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب آ کھڑا ہوا۔۔

جب سانس لینے میں دشواری محسوس ہوئی تو اس نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیے۔۔

باہر کی ٹھنڈی پھنوار نے اس کا استقبال کیا اور بارش کے ننھے ننھے قطرے اس کے چہرے پر گرنے لگے۔

اس نے بے ساختہ نیچے کی جانب دیکھا۔ نیچے لان کا منظر ظاہر ہوا۔۔ لان کے اطراف میں بھی دس دس انچ پر لگائے گئے لیمپ کے باعث نارنجی رنگ کی روشنی پھیلی تھی۔ اس روشنی کے ساتھ آسمان کی نیلاہٹ گھل رہی تھی اور ایک دلکش منظر پیش کر رہی تھی۔ اس نے مڑ کر وقت دیکھا صبح کے پانچ بج رہے تھے۔۔

اس نے واپس چہرہ کھڑکی سے باہر نکالا اور بارش محسوس کرنے لگے۔

ننھے ننھے قطرے جیسے جیسے اس کے چہرے پر گرتے اس کی مسکراہٹ کو مزید گہرا کرتے جاتے۔

بے ساختہ ہی اسے سکیٹ بورڈ والا منظر یاد آیا۔۔لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

یہ جھلی لڑکی کسی دن اس کی جان لے گی۔۔

اس کے ذہن میں پہلے دن سے لے کر اب تک کی تمام ملاقاتیں گھوم رہی تھیں۔

کبھی اوباش لڑکوں سے پریشان ہوتی بغیر سوچے سمجھے وہ اس کی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔

اور کبھی اس کے لئے سوپ کا پیالہ بڑھ کر لا رہی تھی

کبھی اسے حلوہ سرو کر رہی تھی تو کبھی معصومیت سے اس کے لئے کافی کا مگ ٹرے میں سجائے کھڑی تھی۔

اب وہ اس کے ساتھ بیٹھی اس کی سنجیدگی سے کہی گئیں باتیں سن رہی تھی۔

دوسری جانب اب وہ قرآن کی تلاوت کر رہی تھی۔

اسے ہر جگہ ہبہ ہی ہبہ دکھائی دے رہی تھی۔

اسے لگتا تھا وہ بس اسے پسند ہے، اچھی لگتی ہے

لیکن معاملات کی سنگینی کا اندازہ آج ہوا تھا

جب اس کی تکلیف پر ٹیسیں اس کی اٹھ رہی تھیں۔

ہوش تو تب آیا جب ایک دم سے بجلی زور سے گرجی۔۔

اس نے یک دم آنکھیں کھولیں۔۔

ZOHA ASIF

چہرہ اب بارش کی پوروں سے بھیگ چکا تھا۔اس نے منہ کھڑکی سے کمرے کی جانب اندر کو کیا۔

چہرے کو دونوں ہاتھوں سے صاف کرتا وہ غیر دانستہ طور پر مسکرا دیا۔

کبھی کبھی آگاہی اچھی چیز ہوتی ہے خاص کر تب جب وہ صحیح وقت پر ہو جائے۔

کھڑکی بند کرتا وضو کرنے چلے گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ خالدہ کے کمرے میں ان کے پاس بیٹھا بیٹھا ہی سو چکا تھا۔نصف رات تھی جب اچانک اس کی آنکھ کھلی تھی۔

وہ اٹھا پاؤں میں سلیپرز پہنے اور اب اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔پیاس کی طلب اسے باورچی خانے میں کھینچ رہی تھی۔

دائیں ہاتھ سے جمائی روکتا وہ کیچن کی جانب جا رہا تھا جب اس کا دھیان ٹی وی لاؤنج سے آتی مدھم آوازوں کی جانب ہوا۔

کھلے دروازے سے وہ اتنا تو دیکھ سکتا تھا کہ صوفے پر کوئی وجود تھا جو آدھا تر چھا پڑا تھا۔

اندھیرے کے باعث وہ صحیح سے نہیں دیکھ پا رہا تھا کہ وہاں کون تھا۔

نیند کا اثر فوراً غائب ہوا تھا اور اب اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں۔۔

بھلا ایسی ٹھنڈ میں یہاں کون سو رہا تھا؟

اس نے آگے بڑھ سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا اور کمرے کی بتی جلا دی۔

اب اس کے سامنے سارا منظر واضح تھا۔

سامنے ہی صوفے پر صفا دنیا سے غافل سو رہی تھی۔

اس کے سیدھ میں ٹیبل پر کلفہ آئس کریم کا لٹر والا ڈبہ کھلا ہوا تھا اس میں چمچ رکھے ہونے سے وہ سارا معاجرہ سمجھ چکا تھا۔

ٹی وی آہستہ آواز میں چل رہا تھا، کوئی مووی تھی جو لگی ہوئی تھی۔ ایک دو سین دیکھنے کے بعد اسے یاد آیا وہ راپنزل تھی جو سکرین پر چل رہی تھی۔

اب وہ منظر جاری تھا جب یوجین راپنزل سے پین سے مار کھاتا ہے۔

وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی ٹانگوں کو سائیڈ پر کر کے اب وہ ٹی وی دیکھنے میں مگن تھا

آئس کریم گو کہ تقریباً ختم تھی لیکن پھر بھی وہ ڈبہ اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔

کون کہہ سکتا تھا کہ اپنی کزن کے ساتھ بیٹھا آئس کریم کھاتے ہوئے راپنزل دیکھتا وہ ایک اچھی خاصی نوکری کرتا میچور انسان تھا؟

یونہی سیدھا بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو اس کا دل لیٹنے کو چاہا۔۔ لیٹنے لگا تو وہاں صفا لیٹی دکھائی دی۔

یک دم اسے یاد آیا وہ یہاں کیوں آیا تھا۔۔

اس نے صفا کو پاؤں کی انگلی سے چھیڑا۔۔ دو تین بار گدگدی کرنے کے بعد وہ آوازاری سے اٹھی اور نیند سے زبردستی جگانے والے کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھا۔

"کیا ہے عماد بھائی سونے بھی نہیں دیتے" اس نے اپنے سرخ پھولے گالوں سے غصے سے کہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی تھی اور یہ آئس کریم کا ڈبہ پورا کیسے ختم ہے؟" اس کے سوال پر وہ ایک دم چپ ہوئی۔ چہرے سے ناراضی والے تاثرات بھی غائب ہوئے۔

"میں تو نہیں۔۔ مجھے نہیں پتہ۔۔ آپ نے کھائی ہو گی" اس کی چوری پکڑی گئی تو اسے کوئی بہانہ سوجھ میں نہ آیا۔

"اچھا یہ بتاؤ یہاں کیوں سو رہی تھی میری بہن؟ اس نے نرمی سے پوچھا۔

صفا نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا جیسے تصدیق کر رہی ہو کہ وہ اسے کچھ نہیں کہے گا سچ بتانے کے بعد۔

"وہ کل فروہ آپی رات میں روتے ہوئے ہمارے کمرے میں آئی تھیں۔۔ مروہ انہیں کنسول کر رہی تھی اس لئے میں انہیں سپیس دیتی یہاں آ گئی۔۔ ٹی وی آن کیا تو راپنزل شروع ہوئی تھی۔۔ میں ساتھ میں آئس کریم بھی لے آئی کہ تھوڑی سی کھالوں گی (تھوڑی سی کہنے پر عماد نے اسے گھورا) اور پھر پتہ نہیں چلا دیکھتے دیکھتے کب آنکھ لگ گئی" عماد اس کی بات غور سے سنتا رہا۔

"فروہ کو کیا ہوا جو مروہ اسے کنسول کر رہی تھی؟" عماد کے سوال پر اس نے شانے اچکائے جیسے کہہ رہی ہو مجھے کیا معلوم۔

"اگر سچ بتاؤ گی تو ایک اور آئس کریم کا پیک لا کر دوں گا" اس نے اسے چھوٹے بچوں کی طرح چیز لا کر دینے کا لالچ دیا اور وہ چھوٹی بچی فوراً خوش ہو کر مان بھی گئی۔

"پکا پرامس؟" اس کی کنفرمیشن پر عماد کو جی بھر کر غصہ آیا لیکن پھر ہضم کر گیا بات بھی تو اگلوانی تھی۔

"ہاں پکا پرامس اب بکو بھی" عماد کے یوں کہنے پر صفا نے اسے گھورا۔

"اچھا پیاری صفا موٹو جلدی بتا دیں میرا دل بیٹھا جا رہا ہے" اس کے یوں ڈرامائی انداز پر وہ ہنس پڑی۔

ZOHA ASIF

"مجھے زیادہ سمجھ نہیں آئی لیکن وہ بہت اپسیٹ تھیں۔۔بہت زیادہ رو رہی تھیں۔وجہ انہوں نے نہیں بتائی تھی اور نہ مروہ نے پوچھی تھی لیکن یوں لگتا ہے جیسے وہ بہت بے بس ہیں کسی معاملے میں۔"صفا کی بات پر وہ تشویش میں مبتلا ہوا۔

فروہ ایک زندہ دل خوش باش ہنستے کھیلتے رہنے والی لڑکی تھی۔

یہ اس کی ذات کا وہ حصہ تھا جو وہ ان دو سالوں سے جانتا تھا لیکن وہ حصہ جو آج اس پر آشکار ہوا تھا اس نے اسے الجھن میں ڈالا تھا۔بھلا ایسی کیا مجبوری تھی جس کے باعث وہ یوں رو رہی تھی؟

"مروہ نے اس سے وجہ کیوں نہیں پوچھی؟"عماد نے پوچھا۔

"کیونکہ وہ کہتی ہے جب کوئی ہمارے پاس کوئی دکھ یا پریشانی لے کر آئے ہمیں اس کے پیچھے کی پوری کہانی جاننے کے بجائے اس انسان کے جذبات کو سمجھنا چاہیے اور اسے سننا چاہیے۔"اس کا فلسفہ مزید جاری رہتا اگر وہ درمیان میں نہ ٹوکتا۔

"اور یہ سبق تمہیں اس چشمش نے دیا ہو گا؟"عماد نے جمائی ہاتھ سے روکی۔

صفا کھی کھی کرنے لگی۔

"چلو جاؤ اب سو جاؤ آرام سے۔۔میں بھی ماما کو دیکھ لوں"وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔۔

صفا نے ایک بار آئس کریم کے ڈبے کو دیکھا جو اب تک بلکل خالی ہو چکا تھا بلکہ ایسے خالی تھا جیسے کسی نے زبان کی صفائی ڈبے پر دکھائی تھی۔

اور پھر مایوس ہوتی وہاں سے چلی گئی۔عماد اس کی حرکتوں پر بس تاسف سے سر ہلا سکا۔

☆☆☆☆☆

"یہ یونیورسٹی کا راستہ تو نہیں ہے؟" فروہ نے معمول کے خلاف رستے پر گاڑی کو مڑتے دیکھا تو اسے فکر نے گھیر لیا۔

اسائمنٹ سبمٹ کروانے کی آخری تاریخ تھی اور وہ پہلے ہی لیٹ تھی۔

"تو تمہیں کس نے کہہ دیا ہم یونیورسٹی جا رہے ہیں؟" عماد کے جواب پر اس کا سانس اٹکا۔

"پھر کہاں لے کر جا رہے ہو تم مجھے؟" فروہ کے سوال پر اس کے لبوں پر مبہوم سی مسکراہٹ آ ٹھہری۔

"بس پہنچ گئے خود ہی دیکھ لینا" فروہ اس کی بات پر شش و پنج میں مبتلا ہو گئی۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک کھلی سڑک پر آ رکی تھی۔ پاس سے بہت سی دل لبھاتی خوشبوؤں نے ان کا استقبال کیا تھا۔ اب وہ دونوں گاڑی سے اتر کر اس سڑک کے تھوڑا سا اندر دائیں جانب کو کھلتی چوڑی گلی میں داخل ہو رہے تھے۔

یہاں ہر جگہ ناشتے کی دکانیں تھیں۔ ان دونوں کو ساتھ آتا دیکھ کر مختلف ویٹر اپنا اپنا مینیو اٹھائے ان کی جانب لپکے تھے۔

عماد سہولت سے ان سب کو منع کرتا جا رہا تھا۔

فروہ اس جگہ پہلے کبھی نہیں آئی تھی اس لئے اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ کونسی جگہ تھی۔

"آیئے میڈم آپ کو لاہور کے مشہور "پھجے کے پائے" کھلاتا ہوں" اس کی پیشکش تھی یا پروپوزل فروہ کا دل چاہا جو بھی تھا فوراً قبول کر لے۔

وہ گھر سے بغیر ناشتے کے نکلے تھے، مروہ اور صفا پہلے جا چکی تھیں، عدیل نے جانا نہیں تھا اور رہ گئی تھی بس وہ۔۔ عماد نے آفس کے لئے نکلتے ہوئے اسے بھی ڈراپ کر دینے کی آفر کی تو اس نے منع نہیں کیا

صد شکر کہ منع نہیں کیا ورنہ یہ عظیم دعوت مس ہو جاتی!

اسائمنٹ تو وہ یہاں کی دل لبھاتی خوشبوؤں سے ہی بھول چکی تھی۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے؟" عماد آڈر دے چکا تو وہ اس سے پوچھنے لگی۔

"تمہیں عزت نہیں راس آ رہی تو واپس چلتے ہیں۔" عماد کے سڑے ہوئے جواب پر اس کا منہ بگڑا۔

"کسی سیدھی بات کا سیدھا جواب نہیں دیا جاتا تم سے؟" فروہ کے سوال پر وہ اسے دیکھنے لگا۔

"اگر میں بھی تم سے ایک سیدھا سوال پوچھوں تو کیا تم مجھے اس کا سیدھا ہی جواب دو گی؟" عماد کے یک دم سنجیدہ ہونے پر وہ حیران ہوئی۔

"ام۔۔ کیا؟" اس کے چہرے پر جھلکنے والی پریشانی عماد سے چھپی نہیں رہی تھی۔

"تمہیں کل رات کیا ہوا تھا؟ کیا کسی نے کچھ کہا ہے؟" اس کے پریشان لہجے میں پوچھے گئے سوال پر وہ جی بھر کر شاک ہوئی۔

رات کا منظر یاد آیا، اپنی بے عزتی بھی اور پھر شرمندگی کے احساس سے سر جھکا کر اپنا چہرہ عماد کی نظروں سے چھپا لیا۔

کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔

"مجھ سے شئیر نہیں کرو گی؟" اس نے یوں پوچھا جیسے اس سے زیادہ بھر کر فروہ کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

وہ اس بات پر یقین کر لینا چاہتی تھی لیکن جو راز وہ اپنی ذات میں چھپائے بیٹھی تھی وہ کسی کو بھی علم ہو جاتا تو بہت نقصان ہوتا۔ اس کا بھی اور اس سے جڑے لوگوں کا بھی۔

"اور میں تم سے کچھ شئیر کیوں کروں؟" سوال کے بدلے سوال حاضر تھا۔

"کیونکہ۔۔کیونکہ ہم دوست ہیں؟"عدیل نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

فروہ نے ایک نظر اسے دیکھ کر پھر سر جھکالیا۔وہ نہیں چاہتی تھی آنکھوں کی نمی اس پر عیاں ہو۔

"یہ خود ساختہ دوستی تم نے کب کی؟"فروہ کی بات پر اس کا دل دکھا۔چہرے پر موجود دھیمی سی مسکان لمحوں میں غائب ہوئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟دو سال سے ہم ساتھ ہیں۔۔میرا مطلب تم لوگ ہمارے گھر رہ رہے ہو۔ہم مل کر اتنا فن کرتے ہیں اس کا مطلب تو یہی ہوتا ہے نا کہ ہم دوست ہیں؟"اس نے سنجیدگی سے کہا تو فروہ نے لمبا سانس اپنے اندر کھینچا۔

"صحیح کہتے ہو تم۔"وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے اور پھر اسی کی جانب سے سوال آیا۔

"میں نے تمہیں روتے ہوئے مروہ کے کمرے کی جانب جاتے دیکھا تھا"اسے جھوٹ کہنا پڑا ورنہ آگے وہ صفا سے باتیں نہیں اگلوا سکتا تھا۔

"آہاں"وہ کہہ کر چپ ہوئی۔

"اگر تم شئیر نہیں کرنا چاہتی تو وہ اور بات ہے پر کم از کم یہ تو مت کہو۔۔یوں ایک ہی پل میں مجھے اتنا پرایا تو مت کرو"اس کی بات پر وہ سر نہیں اٹھا پائی۔

کچھ تو بدلا ہوا تھا اس کی باتوں میں یا پھر شاید وہ خود ہی بدلا ہوا الگ رہا تھا

یا پھر۔۔بدلا ہوا تھا وہ احساس جو وہ محسوس کر رہی تھی۔

اس نے یہ احساس پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا اسی لیے وہ آج تذبذب کا شکار وہاں سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اسے نہیں سمجھ آ رہا تھا وہ عماد کو کیا کہے؟ کچھ کہے بھی یا نہ کہے؟

وہ ان دو سالوں میں پہلی بار اکیلے عماد کے ساتھ کہیں باہر آئی تھی۔

وہ بھی کسی غلط نیت سے نہیں بلکہ وہ تو یونی جا رہی تھی لیکن موصوف کچھ اور ہی پلان کیے بیٹھے تھے۔

"بس میں پریشان تھی۔۔اور تو کوئی بات نہیں ہے" اس نے جھکے ہوئے سر سے ہی آنکھ کا نم کنارہ شہادت کی انگلی سے صاف کیا۔

اسے سمجھ نہیں آیا جو وہ محسوس کر رہی تھی وہ کیوں کر رہی تھی؟

اس کے پاس ایک دوست تھا جس سے وہ تمام باتیں کر سکتی تھی مگر نہیں کر پا رہی تھی۔

عجیب سی بے بسی تھی جسے اس نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔

کسی کا اس کے لئے زندگی میں پہلی بار یوں خیال کرنا بڑا خوشکن احساس تھا مگر پھر بھی وہ کچھ باہر نہیں نکال پا رہی تھی۔

عماد کا اس کے دکھی ہونے کو اہمیت دینا اور وجہ جاننے کی کوشش کرنا اس کے لئے بہت بڑی بات تھی۔ یہ ایک ایسا خیال تھا جو وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ پائی تھی مگر آج حقیقت میں جی رہی تھی۔

ZOHA ASIF

عماد کی آواز پر وہ اپنی سوچوں کے بھنور سے باہر نکلی۔

"فروہ پریشان ہو تو مجھ سے شئیر کرو؟ کس بات سے دکھی ہو؟ کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں؟" اس کے یوں پریشان ہونے پر وہ مسکرا دی تھی۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ کوئی اس کے لئے ایسا پریشان ہو رہا تھا۔ ورنہ عمر بھر سے تو وہی سب کی پریشانیاں اٹھاتی آئی تھی۔ گھر کی بڑی بیٹی تھی وہ اور پھر اپنی ماں کا اکلوتا سہارا۔۔

اکلوتا یوں کہ گھر میں کمانے والی بس وہی تھی۔ باپ کا انتقال اس کی نو عمری میں ہی ہو گیا تھا وہ تب سے اپنی ماں کے ساتھ مل کر ڈھیروں کام کیا کرتی تھی تا کہ گھر کا چولہا جل سکے۔

کبھی لوگوں کے گھر جا کر کام کرتی تھی کبھی لوگوں کے کپڑے سیا کرتی تھی۔

کبھی ہوٹلز میں ویٹر کی جاب کرنا تو کبھی ہسپتال کی آیا بننا۔

کبھی ٹیوشن پڑھانا تو کبھی کالج میں پارٹ ٹائم ٹیوشن پڑھا دینا۔

کونسا ایسا کام تھا جو اس نے نہیں کیا تھا۔

عدیل اس سے دو سال چھوٹا تھا اور دونوں ماں بیٹی نے اسے لاڈلا بنا کر رکھا تھا۔

سب کی فکر کرتے کرتے، سارے معاملات سنبھالتے سنبھالتے وہ خود کی ذات کب بھول گئی اسے معلوم بھی نہیں ہوا۔

آج کسی اور کا اس کے لئے احساس کرنا اور اس کے لہجے میں اپنے لئے فکر کرنا اسے ایک بہت نیا بہت انوکھا احساس دے گیا تھا۔

ZOHA ASIF

"ہیلو؟" عماد کی آواز پر وہ ماضی سے واپس حال میں آئی تھی۔

"ہاں" اس نے سر اٹھا کر براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" اس کے دوبارہ پوچھنے پر کچھ نہ بتانا اسے برا لگا۔

"بس اداس تھی" اس نے جھوٹ گڑا

"کیوں؟" پھر سے سوال ہوا

"اماں کی یاد آ رہی تھی" ایک اور جھوٹ۔

"تو ملنے چلتے ہیں ان سے" ایک آفر۔

"نہیں ابھی امتحان قریب ہیں" تیسرا جھوٹ۔

"ٹھیک ہے جیسے ٹھیک سمجھو مگر اداس مت ہو" ایک گزارش۔

"اور کچھ؟" مان رکھنے کی پہلی کوشش۔

"بس خوش رہا کرو" ایک خواہش۔

اس نے ایک نظر اٹھا کر عماد کو دیکھا تھا۔ اس کے دیکھنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔

کسی کا آپ کا خیال رکھنا، آپ کو صنفِ نازک سمجھنا اور ویسے ہی رکھنا اتنا خوبصورت احساس تھا کہ وہ چاہتی تھی یہ احساس اس کی زندگی میں دائمی ہو جائے، مطلب کتنا اچھا لگتا ہے جب کوئی آ کر آپ سے یہ کہتا ہے کہ تم فکر مت کرو میں سب سنبھال لوں گا۔ دل تو ویسے ہی مائل ہو جاتا ہے مگر خود کو تکلیف سے بچانے کے لئے اس سے اجتناب برتا جاتا ہے۔ اس نے اپنے ذہن میں آنے والی تمام تر سوچوں کو جھٹکا تھا۔

"لو پاجی اے رہے ٹواڈے پھجے دے سپیشل پائے تے نال گرما گرم تندور تو لتھدے نان" بیرے کے آنے پر وہ دونوں اس مسحور کن خواب سے باہر آئے تھے۔

"شکریہ باس" اس نے دو انگلیاں ماتھے پر لے جا کر ویٹر کو سیلیوٹ کیا اور پھر فروہ کی جانب متوجہ ہوا جو خفت کے باعث مکمل طور پر سرخ ہو چکی تھی۔ اپنی ہی سوچوں نے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔

"شروع کرو ناشتہ" عماد نے اس کی جانب پلیٹ کھسکائی۔

"باس نال شیشل جئ لسی وی لیا دو" اس نے جاتے جاتے بیرے کے ہی انداز میں اس کو آواز لگائی جس نے ہنس کر وہیں سے تھمزاپ کیا تھا۔

"کھا نہیں رہی؟" عماد نے اسے جوں کی توں بیٹھی دیکھ کر پوچھا۔

(جو احساس تم نے مجھے آج دیا ہے اس کے طلسم سے باہر نکلنے میں وقت تو لگے گا نا)

"تم بھی تو شروع کرو" اس نے پلیٹ درمیان میں کی۔

"لیڈیز فرسٹ باس" اس نے یوں ڈرامائی انداز میں کہا جیسے اگر وہ پہل کرے گا تو جیسے کوئی کانڈ ہو جائے گا۔

اس کی حرکت پر ہنستی ہوئی وہ نان کا نوالہ توڑنے لگی۔

"ہنستی رہا کرو اچھی لگتی ہو" اس کے یوں کہنے پر پائے تک جاتا اس کا ہاتھ رکا تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر عماد کو دیکھا تھا جس کی آنکھوں میں محبت کے جگنو جگمگا رہے تھے۔

"تم۔۔ تمہیں آج کچھ ہو گیا ہے" فروہ کی بات پر وہ بس سر جھکا کر مسکرا دیا تھا۔

اس نے بمشکل دو تین نوالے لیے تھے کچھ نگلنا تو اب جان جوکھوں کا کام تھا۔

جو سب آج ہوا تھا اس کے بعد اسے ایک ہفتے تک بھوک نہیں لگنے والی تھی۔

"کھا لو اپنی خود کی حلال کی محنت مزدوری کے پیسوں سے تمہیں یہاں لایا ہوں" اس نے اس کے کچھ نہ کھانے پر چوٹ کی تو وہ خجل سی ہو کر پھر سے نوالہ توڑنے لگی۔۔ کھایا اس سے کہاں جانا تھا وہ بس خانہ پری کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

جاری ہے۔

ZOHA ASIF